اداریہ

عہد حاضر اور ہم

اسلام نے جہاں انسان کو اپنے رنگ میں رنگ لیا وہیں اس سے متعلق جملہ پہلوؤں پر بھی اپنے اثرات ڈالے جس میں تہذیب وتمدن دونوں ہی شامل ہیں یہی وجہ ہے کہ عرب کلچر مسلم کلچر کہلایا عربی زبان مسلمانوں کی مذہبی زبان کہلائی اسلام اور مسلمان جہاں گئے اس جگہ کی تہذیب وتمدن پر چھا گئے۔

ذہنی فکر ودانش کی طاقت (Intelectual Power) جس کو پروان پڑھانے کیلئے نبی کے فرائض منصبی میں ''یعلمھم الکتاب والحکمه ''(۱) (وہ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے) کو داخل کیا گیا قرآن نے علم وکتاب وحکمت سے بہرہ ور افراد کا ذکر بڑے ہی اہتمام سے کیا ہے۔ چنانچہ حضرت طالوت علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے۔''وزادہ بسطة فی العلم والجسم ''(۲) اور اللہ نے ان کو دماغی اور جسمانی دونوں قسم کی طاقتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق کہا ہے ''اتینا ہ الحکمة وفصل الخطاب ''(۳) ان کو حکمت عطا کی تھی اور فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی۔ حضرت لقمان کے بارے میں فرمایا ہے ''ولقد اتینا لقمان الحکمة ''(۴) اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی۔

نبی کریمؐ نے ابلاغ علم کو ہر ایک پر لازم کیا اور فرمایا ''بلغوا عنی ولو آیه ''(۵) ''میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ ابلاغ کا دائرہ نہایت وسیع ہے اس میں حفظ وتلقین، یاد رکھنا اور دوسروں کو علمی مواد فراہم کرنا لسانی ادب تمدنی فروغ نیز نقل کتاب وغیرہ تمام وسائل کی فراہمی داخل ہے۔ پھر حافظہ کمزور ہو جانے اور علم وعلمی فضا باقی نہ رہنے کے باعث شرعی نقطہ نظر سے تصنیف وتالیف اور نقل وکتابت کو فرض وواجب کی حیثیت حاصل ہو گئی (۶) ارشاد نبویؐ ہے حاضر غیر حاضر کو بات پہنچائے ممکن ہے وہ اس بات کو اس سے زیادہ یاد رکھے (۷) ایک موقع پر فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری بات سنی حفاظت کی اور پھر اس شخص تک

پہنچائی جس نے وہ بات نہیں سنی تھی بہت سے حامل فقہ (سمجھدار) اپنے سے زیادہ سمجھدار تک بات پہنچانے والے ہیں (۸)" ایک اور حدیث میں حکم دیا گیا: "علم دین کی باتوں کو یاد رکھو، ان کی حفاظت کرو اور ان کے پیچھے جانے والوں کو جا کر بتاؤ" (۹) چنانچہ ائمہ حق نے علم کا آخری درجہ اس کی نشر و اشاعت اور ابلاغ کو قرار دیا۔ (۱۰)

اسلام میں تصنیف و تالیف، ادب کا فروغ اور علوم کی صنف وار ترتیب و تبویب کبھی واجب، کبھی مستحب اور کبھی مباح ہے اس لئے کہ وحی جب اتری رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قلم بند کرایا، یہ امر واجب تھا مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب لکھتے ہیں اسی حکم میں دینی کتابیں داخل ہیں۔ حالات کے پیش نظر ان کا ذخیرہ کرنا ان کی تبویب و ترتیب کرنا اسلامی ادب کو فروغ دینا کبھی واجب کبھی مستحب اور کبھی مباح ہے۔ (۱۱)

اقوام عالم کا علمی ورثہ بھی ائمہ مجتہدین کی دور رس نگاہوں سے اوجھل نہیں رہا انہوں نے اس کا بھی شرعی نقطہ نگاہ سے جائزہ لیا، اسے عربی میں ترجمہ کرانے کا حکم دیا چنانچہ امام شافعی التوفی ۲۰۴ھ کتاب الام میں رقمطراز ہیں۔

> **"عجمیوں کی جو کتابیں ملیں وہ سب مال غنیمت ہیں، خلیفہ وقت کو چاہئے کہ وہ ترجمہ کرنے والوں کو بلائیں ان کا ترجمہ کرائیں، اس لئے کہ طب وغیرہ علوم میں کوئی کراہت نہیں ہے انہیں فروخت کریں جس طرح دیگر غنیمت کی اشیاء فروخت کی جاتی ہیں، شرک کی کتابیں پارہ پارہ کی جائیں اور ان کے ظروف و آلات سے فائدہ اٹھایا جائے انہیں فروخت کریں کتابوں کی حقیقت جانے بغیر جلانے اور دفن کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں (۱۲)"**

یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے ابلاغ علم و ادب کو اتنا عام کیا اور علم کی ایسی اشاعت کی علم و ادب ایک عالمگیر تحریک کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ امیر، غریب، چھوٹا، بڑا عورت مرد ہر ایک اسی تحریک سے متاثر ہوا اور اس نے اپنی استطاعت کے مطابق اس کے پروان چڑھانے میں حصہ لیا۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ تک یہ تحریک بار آور ہوئی، ہر جگہ پھولی پھلی، شاہی محلات میں

بسیرا کیا، وزیروں کے ایوانوں میں رہی، امیروں کے محلوں میں پروان چڑھی فقیروں جھونپڑیوں میں پلی بڑھی، عالم، ادیب فقیہہ، مفسر، شاعر، مفکر، حکیم، صوفی لغوی، نحوی، مورخ مہندس، خطاط، وراق، فنکار، صنعت کار، تاجر سب کے گھر میں گھر کر گئی نظریاتی طور پر مخالف و برسر پیکار گروہوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ ہر ایک کے دل و دماغ کو اس تحریک نے شعوری و غیر شعوری طور پر متاثر کیا۔ عہد عباسی میں ہر شہر قریہ بستی، محلہ، گلی، کوچہ معبد، مسجد، تکیہ، سرائے، محل سرا، مہمان خانہ، خانقاہ، سیر گاہ، گلستان، قبرستان، دریا کے کنارے، مدرسے، ادارے، بازار، دکان ہر چھوٹی بڑی مرکزی جگہ میں اس نے اپنا علمی مظاہرہ کیا

علوم کی تعلیم بھی منجملہ اور پیشوں کے ایک پیشہ ہے جب معاشی آسودگی حاصل ہوتی ہے تو انسان کی زندگی میں مزید لطافت آ جاتی ہے جس کا ایک مظہر ادب ہے اور انہیں علوم وفنون اور صنعتوں سے شغف ہو جاتا ہے (۱۳)

اسلامی تمدن کی پہلی اینٹ مکہ میں رکھی گئی، سب سے پہلا مدرسہ مکہ میں کوہ صفا پر دار ارقم میں بنا، اس میں قرآن کی آیتوں اور سورتوں کا نزول ہوا۔ اسی درسگاہ میں رسالت مآبؐ نے صحابہؓ کو اسلام کی دعوت وقرآن کی تعلیم دی (۱۴) افراد کی سیرت و کردار کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے قرآن کی تفہیم کو ذہنوں میں اتارا جس نے شعور کو بیدار کیا۔ ابلاغ اور علم وادب کی تحریک کی داغ بیل ڈالی، علم وکتاب کا چرچا شروع ہوا تا آنکہ عباسی دور خلافت میں کتب خانوں کی تحریک اتنی عام ہوئی کہ کتب وکتب خانے مسلم معاشرے کے لوازم حیات بن گئے۔

مکہ کے بعد اسلام کے تمدن کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا، یہ شہر سب سے پہلے اسلام میں عوامی تعلیم کا مرکز بنا مسجد نبوی کو اسلام کی پہلی درسگاہ بننے کا شرف حاصل ہوا پھر مدینہ کی نو مسجدوں میں تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا (۱۵) مدینہ میں علم کی سوتیں پھوٹیں یہی شہر مرکز علم بنا اور ''دار السنہ'' کے لقب سے ممتاز ہوا۔ (۱۶)

مذکورہ بالا اصول کے مطابق اسلامی عہد میں جو شہر تمدنی حیثیت سے ممتاز و فائق رہے وہ تعلیم کے مرکز بھی رہے چنانچہ عہد صحابہؓ میں مدینہ منورہ کو سب سے پہلے ''مدینۃ العلم'' کا لقب ملا پھر حجاز مرکز علم قرار پایا۔ دور مرتضویؓ میں مرکز خلافت جب عراق منتقل ہوا تو یہ شرف کوفہ وبصرہ کو حاصل

ہوا، اس کے بعد دور اموی میں دار الخلافہ جب سرزمین شام میں لے جایا گیا تو مرکز علم دمشق بنا، زوال بنی امیہ کے بعد مشرق میں دور عباسی میں بغداد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی تو بغداد معدن علم بنا۔ پھر یہ فضیلت و امتیاز مصر و نیشاپور وغیرہ کو مغرب میں قیروان و قرطبہ کو حاصل ہوا، ابن خلدون لکھتے ہیں:

> ''بغداد، قرطبہ، قیروان، بصرہ کوفہ کو دیکھو جب یہاں اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تمدن پھیلا اور عمرانی ترقی درجہ کمال کو پہنچی تو ان شہروں میں علم و ادب کے سمندر جوش مارنے لگے، یہاں کے باشندے تعلیمی اصطلاحات و مسائل کے استنباط میں تفنن طبع دکھانے لگے اور مقتدین سے بھی گویا سبقت لے گئے جب یہاں تمدن کو زوال آیا اور حالت ابتر ہوئی تو بساط علم الٹ گئی اور علم و تعلیم یہاں سے مفقود ہو کر دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئیں'' (۱۷)

''جب بغداد، بصرہ اور کوفہ جیسی علم کی کانیں مٹ گئیں تو ان سے بڑے بڑے شہر آباد ہوئے اور علم کا مرکز عراق (عجم) میں منتقل ہو کر خراسان و ماوراء النہر میں قائم ہوا پھر قاہرہ میں منتقل ہوا، قاہرہ کی تمدنی حیثیت چونکہ مسلسل قائم رہی اس بنا پر یہ ہر زمانے میں علم کا مرکز رہا، اسی لئے جو لوگ دیار مغرب سے علم حاصل کرنے کے بعد دیار مشرق میں آتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اہل مشرق کی عقل و ذہانت اہل مغرب سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ فطری طور پر ان سے زیادہ عقل مند و تیز ہوتے ہیں۔ اسی طریقہ سے وہ مغرب (یورپ، ہسپانیہ) اور مشرق (ایشیا و افریقہ) کے باشندوں کی انسانی خصوصیات میں فرق سمجھنے لگے ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے اہل مشرق تمدنی ترقیوں اور مسلسل مشق جاری رکھنے کے باعث اہل مغرب سے بڑھ گئے ہیں ان کی تمام عقلی ترقیوں کا حقیقی سبب یہی ممارست وانہماک علمی ہے'' (۱۸)

عہد رسالت ﷺ سے تعلیم کا آغاز ہوا لیکن سو سال کی مختصر سی مدت میں بے انتہا علمی و ادبی ترقی ہوئی فتوحات اسلامی کا دائرہ جتنا وسیع ہوتا گیا تعلیم کا دائرہ اس سے زیادہ وسیع تر ہوتا گیا چنانچہ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

> ''جسے تاریخ کا تھوڑا سا علم ہے وہ یقیناً یہ بات جانتا ہے کہ تابعین نے سندھ، خراسان، آرمینیہ، آذربائیجان، موصل، دیار ربیعہ، دیار مصر، شام، افریقہ، اندلس، حجاز، یمن، پورا جزیرہ عرب، عراق، فارس، کرمان، سجستان،، کابل، طبرستان، جرجان، جبال میں اسلام پھیلایا اور نور علم سے گوشہ گوشہ کو منور کر دیا تھا، الحمد للہ ان مذکورہ شہروں کی کوئی بستی نہ تھی جس میں ''مفتی'' اور ''مقری'' نہ ہو، اکثر بستیوں میں تو ایک سے زیادہ ''مفتی'' و''مقری'' موجود تھے'' (۱۹)

مطلب واضح ہے جہاں علم موجود تھا جہاں علوم اسلامی تھے وہاں علوم عربیہ تھے

مورخ شمس الدین ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ ثانیہ کے اختتام پر سنہ ۱۰۱ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں۔

> ''پہلی صدی ہجری میں اہل علم اور ائمہ اجتہاد، زہاد، عباد، اقطاب، غوث اور ابدالوں کی ایک بڑی خلقت بلاد اسلامی میں آباد تھی ممکن ہے ہم نے ان میں سے جن کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے وہ ان سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے علم و فضل، عبادت و ریاضت، اور کارناموں میں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوں۔ پہلی صدی ہجری میں اسلام کا خوب بول بالا ہوا اور گوشہ گوشہ میں اسلام پھیل گیا تھا'' (۲۰)

بلاشبہ عہد رسالت، خلافت راشدہ و دور اموی میں بعض علوم کی تدوین کا آغاز ہوا لیکن عہد رسالت سے دور اموی تک خالص عربی تمدن جلوہ فگن رہا عربوں کو اپنے قوت حافظہ پر جیسا کچھ اعتبار و اعتماد اور فخر و ناز تھا وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ اپنا پورا علمی و ثقافتی ورثہ نسب نامے، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، لمبے لمبے قصیدے سب حافظہ میں محفوظ رکھتے تھے اور انہیں قید تحریر میں لانا عار سمجھتے تھے (۲۱) لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کے ہاں کتابی مواد کوئی نہ تھا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات، فرامین، ذاتی و سرکاری خطوط، قرآن و سنت کا تحریری سرمایہ موجود تھا۔ عربوں کا اپنے قوت حافظہ پر غیر معمولی

اعتماد اور تحریری مواد کی قلت کی وجہ سے ان کے تحریری سرمایہ میں تنوع و کثرت نہیں آسکی تھی اور نہ بہت اعلیٰ پیمانہ پر انکے علوم وفنون کی تدوین ہی کی جاسکی تھی۔ اس لئے اس دور کے کتب خانوں کے ذخیرہ میں، جامعیت، تنوع اور کثرت پیدا نہ ہوسکی تھی۔ اس دور کا سب سے بڑا کارنامہ ابلاغ اور کتب خانوں کی تحریک کا وہ آغاز ہے جس سے علم وکتاب کے سلسلہ کا احیاء ہوا تھا۔

ان التشاغل بالدفاتر　　و الکتابة والدراسة

بلاشبہ کتابوں میں، نقل وکتابت میں اور تعلیم وعلم میں انہماک وسرگرمی

اصل التقیه و التزهد　　والریاسة والسیاسة(۲۲)

زہدو پرہیزگاری ریاست وسیاست کی اصل بنیاد ہے

عہد عباسی میں تصنیف وتالیف اور کتابت و وراقت، کتب خانہ سازی ذخیرہ میں اضافہ کا سبب بنی ہیں۔ ان کا شمار علوم نافعہ میں کیا گیا، ان کا دائمی نفع ہے، یہ دنیا وآخرت میں اجر ومسرت کا موجب ہیں، اس لئے اس کی طرف توجہ دلائی جاتی اور ترغیب دی جاتی تھی، عرب شاعر کہتا ہے۔

مامن کاتب الا ستبقی　　کتابة و ان فنیت یداه

ہر کاتب کی تحریر باقی رہ جائے گی اگرچہ اس کے ہاتھ فنا ہوجائیں گے

فلا تکتب بکفک غیر شی　　یسرک فی القیامة ان تراه(۲۳)

اس لئے تم اپنے ہاتھ سے ایسی یادگار چھوڑ دو جسے تم قیامت کے دن دیکھ کر خوش ہو

عباسیوں نے چوتھی صدی ہجری میں اسلامی وعربی ادب کے فروغ کیلئے علم، مدرسہ، قلم، دوات اور کتابوں کی طرف دلچسپی بڑھائی، عزیزوں اور نوجوانوں کو رغبت دلائی جاتی تھی تاکہ ان کی علمی ترقی برقرار رہے اور ادب کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو

اسی جذبہ کے تحت انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ کے صدر کی حیثیت سے اسلامی و عربی زبان وادب کو فروغ دینے کیلئے انجمن اور وفاقی اردو یونیورسٹی کے اشتراک سے شعبہ عربی کے زیراہتمام یہ ایک روزہ سیمینار بعنوان

عہد حاضر میں عربی زبان و ادب کی اہمیت اس کا فروغ وطریقہ کار

منعقد کیا گیا جس کا بنیادی مقصد شعبہ عربی کو تقویت پہنچانا اور اہل علم وطلباء کو متوجہ کرنا تھا اس موقع پر جو مقالات یا خلاصے پیش کئے گئے تھے ان مقالات سمیت بعض دیگر مقالات اسی مناسبت سے شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں اس مجلہ کے اجراء کو تین سال مکمل ہو رہے ہیں اور یہ چھٹا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے

یہ علمی و تحقیقی مجلہ پاکستان کے ساتھ امریکہ وفرانس میں بھی رجسٹرڈ ہو چکا ہے اور اسم بامسمی ہے
اب ہائر ایجوکیشن کمیشن کو بھی منظوری کیلئے بھیجا جا رہا ہے انشاء اللہ وہاں سے بھی منظور ہو جائے گا

سانحہ لال مسجد و جامعہ حفصہ
اور گریبان میں منہ ڈال کر جھانکنے کا موقع

جنرل پرویز مشرف نے سانحہ لال مسجد کے بعد قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکنا چاہئے'' آیئے دیکھتے ہیں زبان خلق کیا کہتی ہے کس نے کیا کیا؟
خبروں کے مطابق ۱۰ رجولائی کو اسلام آباد کی لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ میں جو خونی کارروائی مسلمان فوج کی جانب سے کی گئی اور جس کے نتیجے میں شہید عبدالرشید غازیؒ اور سینکڑوں دینی طلباء وطالبات کا خون ناحق بہایا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے گھر کی بے حرمتی اور دینی مدرسہ کی تباہی جیسے ہولناک واقعات نے تاریخ کے اوراق میں ایک اور سیاہ باب کا اضافہ کر دیا۔

اس پر ہم اپنی رائے کے بجائے مولانا عبدالقیوم حقانی اور مولانا محمود میاں صاحبان کے اداریہ سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں اس پر مستقل نمبر کی ضرورت ہے جس کے لئے ''اخبار المدارس'' کے چیف ایڈیٹر مفتی محمد نعیم صاحب سے درخواست کی گئی ہے

صدر مشرف اور وزیراعظم شوکت عزیز کی براہ راست سرکردگی میں ہونے والے اس آپریشن کی مذمت پر ہر طبقہ کی طرف سے اب تک بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے اس وقت ہمارے پیش نظر افواج پاکستان کے سابق جرنیلوں کے بیانات ہیں جو قومی جرائد میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اپنی طرف سے اس پر کچھ لکھنے کے بجائے اپنی نہتی رعیت کو فتح کرنے

والے حاضر ڈیوٹی سپہ سالاروں کی کارکردگی انہی کے ہم پیشہ اور پیٹی بند سابقہ جرنیلوں کی زبانی اپنے قارئین تک پہنچائیں۔

☆ **فوج پر حملے لمحہ فکریہ ہیں، دشمن کا ایجنڈا پورا ہو رہا ہے: ریٹائرڈ جنرل**

لاہور (سلطان غنی) مسلح افواج کے سابق جرنیلوں نے مسلح افواج پر حملوں کے رجحان کو قیادت کیلئے چیلنج اور قوم کیلئے لمحہ فکریہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایک عمل کا ردعمل ہے اور ہمیں اس صورتحال سے نکلنے کیلئے ضروری ہے کہ ملٹری ایکشن کا طرز عمل اختیار نہ کیا جائے اور اپنی پالیسیوں کو غیروں کی خوشنودی کے بجائے قومی مفادات سے وابستہ کیا جائے۔ کسی کو سیاست کا شوق ہے تو وہ خود کو فوج سے الگ کر لے۔ فوج کا استعمال اس کے تشخص اور وقار کو نقصان پہنچانے کا باعث بنے گا۔ فوج اور قوم کے درمیان براہ راست تصادم کی صورت حال پیدا کرنا دشمن کا ایجنڈا تھا جو آج پورا ہو رہا ہے۔

☆ **نوائے وقت سے گفتگو میں آئی ایس آئی کے سابق سربراہ ریٹائرڈ جنرل حمید گل** نے کہا کہ لال مسجد پر ردعمل کا واقعہ نکتہ آغاز ہے نکتہ اختتام نہیں اور یہ سب کچھ اس امریکی پالیسی کا شاخسانہ ہے جس کے تحت فوج کو اپنے ہی بچوں کے قتل وغارت کا مشن سونپا گیا لہٰذا وقت آ گیا ہے کہ حملوں کے رجحان سے نکلنے کیلئے امریکہ کو مودبانہ انکار کر دیا جائے اور واضح کر دیا جائے کہ ہم آپ کی خاطر اپنے ملک میں خانہ جنگی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا کہ مدرسوں کو ٹارگٹ کرنا روشن خیالوں کی خواہش تھی جس کو فوج کے ذریعہ پورا کیا جا رہا ہے تاکہ یہ لوگ اپنی عیاشیاں جاری رکھ سکیں۔ انہوں نے کہا کہ آزادی عدلیہ کیلئے جاری تحریک کے بعد فوج کو قومی فوج رکھنے کیلئے ایسے عنصر سے نجات ضروری ہے جو اسے اپنے ذاتی مفاد کیلئے استعمال کر رہا ہے۔ انہیں اگر سیاست کرنی ہے تو وہ خود کو فوج سے الگ کر لیں۔ انہوں نے کہا فوج اور قوم کے درمیان نفرت کا ذمہ دار ایک شخص اور اس کی پالیسیاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 9/11 کے واقعات کے بعد اختیار کی جانے پالیسی خوف کی بنیاد پر تھی جس نے آج ہمیں اس صورتحال سے دوچار کیا ہے اس پر نظر ثانی ہونی چاہئے۔

☆ **آئی ایس آئی کے ایک اور سابق سربراہ جنرل (ر) اسد درانی نے مسلح افواج پر حملوں کو ردعمل قرار دیتے** ہوئے کہا کہ اس میں حیرانگی والی بات نہیں کیونکہ یہ تو ہونا تھا۔ آپ جو کچھ چھ سات سال سے کر رہے ہیں اس پر کب تک خاموشی رہتی؟ جب ہم اپنے ہی لوگوں کی لاشوں کے انبار سے گزریں گے تو پھر کچھ نہ کچھ تو ہوگا۔ اگر ہم نے غلطیاں کی ہیں اور ملٹری ایکشن کر کے غیروں کے ہاتھ میں کھیلتے رہے ہیں تو ہمیں فوری طور پر یہ بند کر کے قوم سے معافی مانگنی چاہئے۔ فوج اس مقصد کیلئے نہیں تھی جس کیلئے اسے استعمال کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسائل کا حل حکمت اور تدبر سے ہوتا ہے، فوج کشی سے نہیں اور جن لوگوں نے ایسا کیا وہی حالات کے ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لال مسجد پر آپریشن کرنے والوں کو مبارک دے کر لوگوں کو مزید چڑایا گیا ہے۔

☆ **سندھ کے سابق گورنر و وزیر داخلہ ریٹائرڈ جنرل معین الدین حیدر نے فوج پر حملوں کے رجحان کو ملکی بقاء** وسلامتی کیلئے خطرناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ نام نہاد "انتہا پسند" سمجھتے ہیں کہ فوج کا ادارہ قومی ادارہ ہے اور اس پر حرف نہیں آنا چاہئے۔ فوج کو حکومتی مقاصد کیلئے استعمال نہیں کیا جانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے بارہ مئی کو کراچی میں بھی ایسے واقعات ہوئے کہ اسٹیٹ کے اداروں کا جانبدارانہ کردار سامنے آیا جس سے عوام میں ردعمل پیدا ہوا۔ انہوں نے کہا حکومتی پالیسیوں کے باعث آج حکومت اور عوام، عوام اور فوج کے درمیان اعتماد متاثر ہوا ہے۔ معین حیدر نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ساری صورتحال کا حل ملک کے اندر ایک نمائندہ اور مضبوط حکومت کا قیام ہے جو عوامی امنگوں کے تابع جرأت مندانہ فیصلے کرے، عوام کی رائے آزاد اور شفاف انتخابات کی صورت میں ہی سامنے آسکتی ہے۔ انہوں نے ایک سوال پر کہا کہ فوج قوم کا اثاثہ ہے۔ اس کا تشخص مجروح نہیں ہونا چاہئے۔

☆ **بلوچستان کے سابق گورنر اور کور کمانڈر ریٹائرڈ جنرل عبدالقادر بلوچ نے کہا کہ موجودہ صورتحال صرف اور صرف** اسلئے پیدا ہوئی کہ فوج کو سول معاملات میں الجھا دیا گیا۔ اس امر کا جائزہ لیا جانا چاہئے کہ آخر کیوں لوگ ہتھیار اٹھانے اور حملہ کرنے پر مجبور ہوئے؟ کیا یہ ہماری پالیسیوں کی ناکامی نہیں اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ آج کے حکمران اس گھمبیر اور سنگین صورتحال کو کنٹرول کر سکیں گے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ فوری طور پر عام سیاسی جماعتوں پر مشتمل

قومی حکومت قائم کر کے حکومتی معاملات اس کے سپرد کیئے جائیں اور فوج کو واپس بیرکوں میں بجھوانا چاہیئے۔انہوں نے کہا سول معاملات کنٹرول کرنا سویلین اداروں کا کام ہے،فوج کا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ فوج اور قوم کا اتحاد ہی ملک کے استحکام کی ضمانت ہے۔آخر کیوں فوج اور قوم کے درمیان فاصلے پیدا ہوئے؟انہوں نے کہا کہ آج کی صورت حال کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا چاہیئے۔کسی کی ضد اور انا کو قومی مفادات پر غالب نہیں آنا چاہیئے

☆ **ریٹائرڈ جنرل راحت لطیف نے کہا کہ بدقسمتی سے ہندوستان کی یہ خواہش تھی کہ پاکستان کے اندر فوج اور قوم آپس میں مقابلے میں آجائیں** اور آج ہم دیکھ رہے ہیں جس فوج کو لوگ دیکھ کر سلامتی دیتے تھے آج اس پر حملے ہو رہے ہیں۔یہ کیونکر ہو رہا ہے؟کس کے باعث ہو رہا ہے؟یہ ڈھکا چھپا نہیں۔عوام کا اگر اختلاف ہے تو اسے اختلاف ہی سمجھنا چاہیئے۔ان پر قوت کا استعمال ہوگا تو پھر وہ بھی ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوں گے۔انہوں نے کہا کہ یہ رجحان خود حکمرانوں اور حکومت کیلئے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ان کی ناقص پالیسیوں کے نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں۔خدارا پالیسیوں پر نظر ثانی کریں اور فوج کو فوج ہی رہنے دیں۔

☆ **ریٹائرڈ جنرل سعید الزماں جنجوعہ نے کہا کہ لال مسجد پر ایکشن کے بعد ری ایکشن تو متوقع تھا۔آخری کس کی پالیسی تھی کہ قومی فوج کو قوم کے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا ہے؟** انہوں نے کہا کہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اسلام ہماری زندگیوں میں رچا بسا ہوا ہے لہٰذا آپ اپنے مفادات کیلئے ایسی صورتحال پیدا نہ کریں کہ قوم ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہو جائے۔انہوں نے کہا کہ فوج کا استعمال کیا جائے گا تو اس کے خلاف نفرت بڑھے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے موجودہ پالیسیوں پر نظر ثانی کی جائے اور فوج کو قومی فوج کے طور پر صرف سرحدی نگرانی تک محدود کیا جائے اور طاقت کا استعمال نہ کیا جائے۔

☆ **ایئر مارشل ریٹائرڈ شاہد ذوالفقار نے کہا کہ فوج والے قوم کیلئے ہیں وہ تو حکم اور فرض کی ادائیگی کیلئے چلے آتے ہیں۔** موجودہ حالات میں ضرورت فوج کشی کی نہیں سیاسی ڈائیلاگ کی ہے اور بندوق کے مقابلے میں بندوق کے بجائے مشاورت کا ہتھیار استعمال کیا جائے۔انتہا پسندی کا مقابلہ تدبر سے کیا جائے۔

☆ **ریٹائرڈ جنرل سلیم ملک نے کہا کہ فوج اور قوم کا اتحاد ہی کسی ملک کی بقاء و سلامتی کا ضامن ہوتا ہے۔** 1965ء میں یہ اتحاد قائم ہوا تو ہمیں فتح ملی۔ آج کی صورت حال پوری قوم اور حکومت کیلئے لمحہ فکریہ ہے اور میں سمجھتا ہوں ملک کے اندر کسی آپریشن کیلئے فوج کا نہیں، پولیس اور پیرا ملٹری فورسز کا استعمال ہونا چاہئے۔ (۲۴)

☆ جنرل اسد درانی کہتے ہیں بلوچستان قبائلی علاقے یا اسلام آباد میں اپنے ہی لوگوں کو مارا۔ ہر بار کہا گیا فتح حاصل کر لی ہے، قبائلی علاقوں کو سمجھنے والوں نے کہا وہاں فوجی آپریشن نہ کریں ہم نے شروع کر دیا اور نقصان اٹھایا مسئلہ مذاکرات سے حل کرنے کی کوشش کی جائے خواہ یہ عمل کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو: (سابق سربراہ آئی آیس آئی)

آئی ایس آئی کے سابق سربراہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) اسد درانی نے فوج پر ہونے والے حملوں پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ بطور فوج ہم جہاں بھی گئے ہیں اپنے پیچھے خون کے نشان اور لاشوں کا انبار چھوڑا ہے۔ حکومت نے قبائلیوں کے ساتھ امن معاہدے کی پاسداری نہیں کی۔ اگر ہم اپنے کیئے ہوئے معاہدے کا احترام نہیں کرتے تو پھر معاہدے کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ فوج ایکشن سے پرہیز کرے اور جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ اس کی معافی مانگے۔ بی بی سی کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں اسد درانی نے کہا ہے کہ اگر فوج کو تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کیونکہ اگر پچھلے چار پانچ سالوں پر نظر ڈالیں تو ہم نے مختلف علاقوں میں کئی فوجی آپریشن کئے ہیں۔ یہ کارروائی چاہئے بلوچستان میں ہو چاہے قبائلی علاقے یا اسلام آباد میں ہو، اپنے ہی لوگوں کے خلاف کی گئیں اور ان کارروائیوں میں ہم نے کافی لوگوں کو مارا۔ انہوں نے کہا کہ قبائلی علاقوں میں تو آپریشن ضروری تھا لیکن کچھ معاملات میں تو شاید بغیر کارروائی کے گزارہ ہو بھی جاتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ملک کی صورت حال کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو بطور حکومت یا فوج ہم ملک میں جہاں بھی جاتے ہیں پیچھے خون کے نشان اور لاشیں چھوڑ آتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ بات باعث پریشانی ہے کہ ہر آپریشن کے بعد کہا جاتا ہے کہ ہم نے فتح حاصل کر لی اور فوجیوں کو مبارک باد دی جاتی ہے۔ اب تو وہ بیچارے سپاہی جو حکم کے تحت کارروائی کرتے ہیں انہوں نے بھی فتح کے نشان بنانا شروع کر دیئے ہیں

جنرل اسد درانی کا کہنا ہے جب آپ کسی بیرونی طاقت کی ایماء پر اپنے لوگوں پر حملے کرتے ہیں تو اس کا اثر بالکل مختلف ہوتا ہے۔ان کے بقول جو لوگ قبائلی علاقوں کو سمجھتے تھے انہوں نے کہا تھا کہ وہاں کارروائی نہ کریں کیونکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ایک اتحادی ہونے کے باوجود ہم اپنی اندرونی پالیسیوں کا دفاع کر سکتے ہیں لیکن ہم نے قبائلی علاقوں میں کارروائی شروع کر دی۔اس کارروائی کے جواب میں مقامی اور غیر ملکی عسکریت پسندوں نے بہت کامیاب مزاحمت کی اور ہمیں شدید نقصان پہنچایا۔خفیہ ادارے کے سابق سربراہ کا کہنا تھا کہ حکومت نے مقامی لوگوں کے ساتھ کئے ہوئے امن معاہدے کا احترام نہیں کیا۔ اگر ہم اپنے ہی کئے ہوئے معاہدے کا احترام نہیں کرتے تو پھر معاہدہ کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ان سے کہ وہ ایسی بے چینی والی صورتحال میں پاکستان کے حکمرانوں کو کیا مشورہ دیتے ہیں۔تو جنرل درانی نے کہا کہ وہ مشورہ نہیں دیا کرتے۔تاہم ان کا کہنا تھا کہ''اگر فوجی ایکشن غلط ہے تو نہ کیجئے۔لوگوں کے ساتھ مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، چاہے یہ عمل کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو۔فوج ایکشن سے پرہیز کرے اور جو غلطیاں ہوئی ہیں (فوج) اس کی معافی مانگے۔''اس سوال کے جواب میں کہ کیا حالات کی بہتری کیلئے سیاسی اقدامات بھی ضروری ہیں اسد درانی نے کہا کہ یہ ایک بنیادی بات ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آیا (صدر مشرف) کا وردی اتارنا اس سلسلہ میں پہلا قدم ہو سکتا ہے۔تو اس درانی نے کہا کہ وردی کے ساتھ صدر رہنا ایک غیر قدرتی فعل ہے۔ان کے بقول اس قسم کے نظام میں ہر بات ذاتی ہو جاتی ہے کیونکہ ایسے نظام میں ہر بات ذات سے شروع ہوتی ہے۔سارے نظام کو بطور صدر کنٹرول کرنا بنیادی ایشو ہے۔(۲۵)

☆ **پاک فوج کے سابق سربراہ جنرل (ر) اسلم بیگ نے اس خدشے کا اظہار** کیا ہے کہ وزیرستان میں معاہدے کی ناکامی کی صورت میں پاک فوج دلدل میں پھنس جائے گی۔امریکی سازش کے تحت پاک فوج اور عوام کو لڑا کر ملک کو عدم استحکام کا شکار کیا جارہا ہے۔ لال مسجد کی طالبات کو بیکن ہاؤس کی طالبات نے آ کر بے حیائی روکنے کی اپیلیں کرتی رہی ہیں اور ایک منظم سازش کر کے ان کو پھنسایا گیا۔لال مسجد انتظامیہ اور حکومت کے درمیان اسٹیبلشمنٹ نے معاہدہ نہیں ہونے دیا ایک فرد اپنی انا کی خاطر پاک فوج کو بدنام کر رہا ہے۔(۲۶)

کربلا سے لال مسجد تک

سانحہ کربلا تاریخ اسلام میں اپنی وضع کا سب سے پہلا دلخراش اور دردناک حادثہ ہے جو حکومتی سطح پر تعلیمات محمدیؐ سے صریح روگردانی، واضح اعراض اور عملی انکار کی وجہ سے وقوع پزیر ہوا۔ سانحہ کربلا ایسی ذہنیت کی غمازی کرتا ہے، جس میں خشیت الٰہی نام کو بھی نہیں تھی، جو شعائر اللہ کی بے حرمتی پر فخر کرتی تھی، جو اسلام اور اس کے نام لیواؤں کو سخت اذیت، کرب، اندوہ وغم اور مصیبت میں مبتلا کر کے دلی سکون اور ذہنی اطمینان حاصل کرتی تھی، جو اس دنیا کی جاہ وعظمت کی طالب تھی، جو اپنی راہ میں ہر قسم کی رکاوٹوں کو جائز و ناجائز حیلہ وحربہ کے ذریعہ مٹانا چاہتی تھی، اپنی حکومت اور قیادت کو قائم رکھنے کیلئے دین متین کی مقرر کردہ حدود کو عبور کرنے میں کوئی باک نہیں سمجھتی تھی۔ انہیں آخرت پر یقین ہوتا تو وہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگتے، اگر اللہ کا خوف ہوتا تو بے گناہوں کا خون اپنے ذمے نہ لیتے، کربلا کے میدان میں سیدنا حسینؓ نے تین شرائط لشکر یزید کے سالار عمرو بن سعدؓ کے سامنے رکھیں:

مدینہ طیبہ کو واپسی یا دمشق میں جا کر مذاکرات یا اسلامی سرحدوں کو روانگی۔

نواسہ رسولؐ کے تین مطالبات تھے، عمرو بن سعد پر مسرت کی لہریں آئیں، ڈرافٹ کو خوشی کے ساتھ گورنر عبید اللہ بن زیاد سے حتمی منظوری کیلئے پیش کیا۔ ابن زیاد نے منظوری نہ دی اور سیدنا حسینؓ کیلئے Unconditional Surrender یعنی غیر مشروط طور پر بیعت یزید پر زور دیا، سیدنا حسینؓ نے اس پر شہادت کو ترجیح دی۔ اس پر شامی درندے لشکر حسینؓ پر ٹوٹ پڑے۔ خاندان رسولؐ کے معصوم ذبح ہوئے، جوان شہید ہوئے، ان پر پانی بند ہوا، سفاکی اور وحشت و بربریت کی انتہا کر دی گئی۔ سیدہ فاطمہؓ کا لخت جگر شہید ہوا، لاشوں کی بے حرمتی ہوئی، عزت مآب سادات خواتین کو قید کیا گیا۔ ابن زیاد کے لشکر نے وکٹری کے نشان بنائے۔ ابن زیاد نے اپنی کارکردگی کی رپورٹ یزید کو ارسال کر دی۔

۱۳۳۲ سال بعد آج پھر ایک سانحہ پیش آیا ہے۔ ملت اسلامیہ کا سینہ زخموں سے چور۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں یتیم بچوں، بچیوں، خواتین (پردہ دار)، طلباء اور علماء پر پانی بند کیا گیا، بجلی کی سہولت واپس لے لی گئی، گیس بند کر دی گئی، لال مسجد کے گرد گھیرا ڈال دیا گیا، کربلا کی تاریخ دہرائے

جانے لگی، عون اور محمد کے جانشین حسان اور سعد شہید ہوئے، جدید ترین ہیلی کاپٹر آگ برساتے رہے، آرمی کے لڑاکا کمانڈوز، ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں کی نقل وحرکت جاری تھی۔ جنرل اروڑہ کے سامنے سرنڈر کرنے والوں نے عبدالرشید غازی سے غیر مشروط سرنڈر کا مطالبہ کیا، پھر مذاکرات ہوئے، غازی کی تین شرائط پر معاہدہ ہوا، منظوری کیلئے یہ معاہدہ حاکم وقت کے سامنے پیش کیا ہوا، حاکم وقت کے سامنے ابن زیاد اور سیدنا حسینؓ والے راستے تھے، اس نے ابن زیاد والا راستہ اختیار کیا، لال مسجد و مدرسہ حفصہ کے درو دیوار، جن پر اللہ تعالیٰ اور رحمت عالمؐ کے مقدس اسمائے گرامی تھے، بارود کا نشانہ بنے۔ معصوم بچے شہیدان کربلا کے جانشین بنے، آگ اور خون کی بارش ہوئی، غازی شہید ہوا، مسجد کے فرش پر قرآن پاک کے مقدس اوراق پر بھاری بوٹوں کا راج ہوگیا، اذان کی صدا بند ہوئی، ہزاروں شہید ہوئے، سیدہ زینبؓ کی جانشین مستورات کو اڈیالہ جیل منتقل کیا گیا۔

ابن زیاد کی طرح آج کے حاکم وقت نے وقت کے فرعون بش کی خدمت میں اپنی کارکردگی پیش کی۔ وہاں سے آشیر باد ملی، قہار و جبار کی عدالت سے حتمی فیصلے کا انتظار ہے، اس کے اسم ذات ''اللہ'' پر مسجد اور مدرسہ کی دیواروں پر بارود لگا ہے۔ اللہ اکبر کے مقدس الفاظ اور قرآن پاک کے مقدس اوراق فوجی بوٹوں تلے روندنے کی ناپاک جسارت ہوئی ہے۔ حاکم وقت اللہ تعالیٰ کا فرمان ان بطش ربک لشدید بھول چکا ہے، لیکن

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ ہے بے ڈھب گرفت اسکی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا (۲۷)

آپریشن کے پہلے گھنٹے میں سو دھماکے کئے گئے:

وفاقی دارالحکومت میں منگل کی صبح پہلے اذانوں کی آوازیں گونجی بعد میں دھماکے گونج اٹھے صرف پہلے گھنٹے میں سو دھماکے کئے گئے۔ دھماکوں کی آواز اتنی خوفناک تھی کہ اسلام آباد کے شہری جاگ گئے اور ٹی وی سیٹ آن کر لئے (۲۸)

ستارے ڈوبنا، شبنم کا رونا، شمع کا بجھنا
بہت سے مرحلے ہیں صبح کے ہنگام سے پہلے

آپریشن کے دوران قرآن جلتے رہے مگر بجھانے کیلئے پانی نہ تھا:

آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ میں قرآن پاک جلتے رہے لیکن ہمارے پاس آگ بجھانے کیلئے پانی موجود نہیں تھا۔ یہ بات آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ سے باہر آنے والی طالبات امامہ اور فاطمہ نے نجی ٹی وی کے پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے کہی، انہوں نے کہا جب جامعہ حفصہ میں پہل حملہ ہوا، وہاں موجود قرآن پاک کے نسخوں کو آگ لگ گئی۔ ہمارے سامنے قرآن پاک کے نسخے جلتے رہے لیکن ہمارے پاس آگ بجھانے کیلئے پانی نہیں تھا۔ (۲۹)

روز آجاتا ہے زنداں میں خیال آشیاں
روز شعلے ناچتے ہیں چشم تر کے سامنے

طالبات نے شکرانے کے نوافل پڑھے، بیٹے کی شہادت پر فخر ہے آنسو نہیں بہاؤں گی۔ام حسان

۷ دن ۷ راتیں شدید گولہ باری کی زد میں آنے والی خواتین اور طالبات نے انتظامیہ کے ہاتھوں منرل واٹر لینے سے انکار کردیا۔ آخری دیدار کے موقع پر بیٹے کا ماتھا چوم کر سلام پیش کرنے کی خواہش ہے۔ مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ کی گفتگو۔

جامعہ حفصہ سے منگل کی شام باہر آنے والی طالبات اور معصوم بچوں نے اپنے استاذ کی شہادت پر آنسو بہانے کے بجائے شکرانے کے نوافل ادا کیے جبکہ مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ ام حسان نے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ اپنے شہید بیٹے کا دیدار کرنے کے بعد اسے سلام کرنے کی خواہش رکھتی ہے وہ آنسو نہیں بہائیں گی۔ اسپورٹس کمپلکس میں آنے والی ان طالبات اور بچوں کے بارے میں ذرائع نے بتایا کہ یہ معصوم بچے اور خواتین انتہائی مطمئن نظر آرہے تھے، ان کے کپڑوں اور حجاب کی حالت ایسی دکھائی دیتی تھی جیسے وہ ابھی غسل کر کے نئے کپڑے پہن کر باہر آئے ہیں، ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے، وہ کہتے تھے ہمارے استاذ نے شہادت پائی ہے، ہم شکرانے کے نوافل ادا کریں گے۔

شدید گولہ باری اور شدید فائرنگ کی زد سے سات دنوں اور سات راتوں کے بعد باہر آنے والے ان معصوم بچوں اور خواتین نے، منرل واٹر کی بوتلیں، لینے سے بھی انکار کرتے ہیں، وہاں موجود

انتظامیہ کے افسران کو ورطہ حیرت میں ڈالتے ہوئے کہا کہ ہم امریکی پانی نہیں پیئں گے۔ ان خواتین اور بچوں نے کھانے اور پینے سے بھی انکار کر دیا اور وہ ہشاش بشاش تھے۔ ذرائع نے بتایا مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ ام حسان انتہائی مطمئن تھیں، انہوں نے اپنے بیٹے کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنے بیٹے کا ماتھا چوم کر اس کو سلام پیش کرنا چاہتی ہوں۔ میری آنکھوں میں آنسو نہیں آئیں گے، اسپورٹس کمپلیکس میں ان بچوں اور طالبات کی نگرانی پر مامور افسران کی آنکھیں بھی پرنم تھیں اور وہ درد محسوس کر رہے تھے جس کا کوئی مداوا نہیں تھا۔ (۳۰)

ہمیں لال مسجد کے احاطے میں ہی دفن کیا جائے، طلباء کی وصیت:

ہم نے اپنی جانوں کا سودا اللہ سے کیا ہوا ہے، اپنے مشن کی کامیابی تک واپس نہیں لوٹیں گے

جامعہ حفصہ کے نائب مہتمم علامہ عبدالرشید غازی اور سینکڑوں محصور طلباء و طالبات نے اپنی اپنی وصیتوں میں تحریر کیا ہے کہ ہمیں شہید ہونے کے بعد لال مسجد کے صحن میں دفن کیا جائے اور لال مسجد پر حملہ کر کے قرآن پاک، مسجد و مدرسہ کا تقدس پامال کرنے والے سیکیورٹی فورسز کے اہلکاروں سے انتقام لینا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ طلباء و طالبات نے یہ وصیتیں تحریر کے لال مسجد کے محراب میں جمع کر دی ہیں۔ طلباء نے اپنی اپنی وصیتوں میں لکھا ہے کہ ہم نے اپنی جانوں کا سودا اللہ سے کیا ہوا ہے ہمیں دنیاوی مال و متاع سے کوئی غرض نہیں۔ ہم اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے اپنے گھروں سے نکلے ہیں اور ہم اپنے مشن کی کامیابی تک واپس اپنے گھروں کو نہیں لوٹیں گے۔ انہوں نے مزید تحریر کیا ہے کہ سیکیورٹی فورسز کی وحشیانہ بمباری ہمیں اپنے عزائم سے پیچھے نہیں ہٹا سکتی اور نہ ہی ہم حکومت کے آگے سرینڈر کریں گے۔ ہمارے شہید ہونے کے بعد ہمارے ورثا ہمارے خون کا الزام لال مسجد انتظامیہ پر نہ ڈالیں اور نہ ہی ہمارے میتوں کو اپنے اپنے گھروں کو لے جایا جائے۔ (۱۳)

یہ راہ محبت کہتے ہیں پر خار بھی ہیں اور دور بھی ہیں
لیکن دل مضطر کیا کیجئے مشتاق بھی ہے مجبور بھی ہے

والدہ شہید ہوگئیں میں شہید ہو رہا ہوں، غازی کی آخری گفتگو

لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی نے آپریشن سائیلنس کے دوران ایک موقع پر ایک ٹیلی ویژن چینل سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ آپریشن کے دوران ان کی والدہ شدید زخمی ہوگئی ہیں اور وہ انہیں کلمہ طیبہ پڑھا رہے ہیں۔ مولانا عبدالرشید نے اسی وقت اپنی والدہ کی شہادت کی تصدیق کی اور کہا کہ وہ خود بھی زخمی ہیں اور شہید ہو رہے ہیں اس کے ساتھ ہی ٹیلی فون لائن کٹ گئی۔(۳۲)

حق کے خاطر لڑے، میری شہادت کے بعد قوم حکمرانوں سے بدلا لے:

لال مسجد کے نائب خطیب عبدالرشید نے کہا موجودہ حکمراں عالمی استعمار اور امریکی ایجنٹ ہیں، انہوں نے یہ کارروائی امریکہ کے کہنے پر کی، میری شہادت کے بعد عوام اور مجاہدین مرے خون کا بدلہ لیں، انہوں نے کہا کہ بے حیائی اور فحاشی پر مبنی نظام مسائل کی جڑ ہے جس میں چند خاندان اقتدار پر قابض ہیں اور سب کا خون چوس رہے ہیں، ملک میں جب تک اسلامی نظام قائم نہیں ہو جاتا یہ مسائل حل نہیں ہونگے، ہم حق پر تھے اور حق پر لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمائیں گے۔

انہوں نے میڈیا سے اپیل کی کہ وہ میرا پیغام دنیا تک پہنچادیں کہ وہ حق پر تھے اور ایسے وقت میں جب ان کی والدہ سیکیورٹی فورسز کی فائرنگ سے زخمی ہوکر آخری سانسیں لے رہی ہیں اور میری شہادت اب قریب ہے، اپنی آخری سانس تک حق کے لئے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ان کے پاس صرف چودہ کلاشنکوفیں تھیں، جس سے انہوں نے آٹھ دن مزاحمت کی اور ان کے صرف تیں ساتھیوں نے سیکیورٹی فورسز کو روکے رکھا اور ٹف ٹائم دیا۔ انہوں نے کہا ہم صرف تین لوگ تین گھنٹے سے سیکیورٹی فورسز کو روکے ہوئے ہیں۔(۳۳)

اس سانحہ کے اسباب ونتائج پر گریبان میں منہ ڈال کر جھانکا جائے تو بہت سے سوالات کا جواب سانحہ کے ذمہ داروں کے ذمہ ہے

کیا، ساجد کو گرانا درست امر تھا؟ اور مسلسل عوامی احتجاج کے باوجود ان کی تعمیر میں لیوں لیت ولعل

سے کام لیا گیا؟ مسئلہ کے حل کیلئے علماء کی مساعی وتجاویز کو صدر مشرف نے کیوں نا کام کیا؟

لال مسجد انتظامیہ کا عمل حکومت کی غیر شرعی پالیسیوں کا ردعمل تھا

اور یہ عمل اسلام اور مملکت پاکستان سے پرخلوص وابستگی کا مظہر تھا ایسے افراد کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو دشمن کے ساتھ بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کیا اس سے میں ملک میں حب الوطنی کے داعیوں کو ٹھیس نہیں پہنچی؟ جامعہ حفصہ بلڈوز کرنے کے بعد ہم کس منہ سے بابری مسجد کی شہادت کی مذمت کریں گے؟ کس منہ سے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی مذمت کریں گے ہندوستان میں کئی سو مساجد ہندوؤں کے قبضہ میں ہیں جنہیں وہ مندر بنانا چاہتے ہیں اب ہم کس منہ سے انہیں منہدم کئے جانے سے روکیں گے؟ ہم کس منہ سے شاہ ولی اللہ کے مدرسہ کو انگریزوں کی جانب سے منہدم کئے جانے کی مذمت کریں گے؟ آج لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ سارا ڈرامہ حفصہ کی زمین پر قبضہ اور مدرسہ کو ختم کرنے کیلئے تھا؟ (اس میں کوئی شک نہیں غازی برادران کی بعض غلطیاں بھی اس میں شامل ہیں) علماء، مذہبی وسیاسی قائدین کو بھی سوچنا چاہئے احتساب اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری صرف لال مسجد کے علماء کی نہیں سب کی ہے کیا ہم اپنی سطح پر اس عمل کو نہیں بھلا بیٹھے ہیں؟ بلکہ آخری درجہ جو کمزور ترین ایمان کا ثبوت ہے اس سے بھی دست بردار ہو گئے ہیں حکمرانوں سے سوال ہے کہ کیا لال مسجد کے ذمہ داران ملک کے باغی تھے؟ یقیناً ایسا نہیں تھا اس لئے کہ فقہاء نے جو باغی کی تعریف کی ہے وہ ان پر صادق ہی نہیں آتی پھر انہیں آخر بغیر کسی عدالت میں مقدمہ چلائے کس قانون کے تحت قتل کیا گیا؟ اگر چند منٹ کے لئے تسلیم کرلیا جائے کہ یہ باغی تھے تو شرعی نقطہ نظر سے پھر بھی ان کے قتل عام کی اجازت نہیں تھی اس لئے کہ یہ باغی مسلمان تھے باغی کافر نہیں۔ باغی کا حکم ہے اگر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا چاہے تو اس کا تعاقب نہیں کیا جائیگا۔ اگر کوئی باغی ہتھیار ڈالنا چاہے یا ڈال دے تو اس کو محض بغاوت پر قتل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لڑائی کی صورت میں جانبین سے جو لوگ مارے جائیں ان کے بدلہ میں بھی کسی کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ باغی خواتین وبچوں کو کسی صورت میں قتل نہیں کیا جا سکتا ہے تو کیا ایک فوجی کی ہلاکت جو سرکاری دعویٰ کے مطابق لال مسجد کے لوگوں کے ہاتھوں پہلے ہی دن ہوئی تھی اس کے انتقام میں یہ قتل عام جائز تھا؟ باغی کی سزا قید ہے جبکہ حکومت نے قتل کی ایف آئی آر کٹوا کر کہ وہ

اس قتل کے بدلہ لال مسجد کی انتظامیہ کو سزائے موت دلوانے کا ارادہ رکھتی ہے کیا یہ عمل حکمت کے مطابق تھا؟ مسلمان باغی کا مال اس کی جائداد بغاوت کے ختم ہونے تک حکومت اپنے قبضہ میں رکھ سکتی ہے پھر سب کچھ واپس کرنا ہوگا حتی کے اس کا اسلحہ بھی واپس کرنا ہوگا جبکہ حکومت نے مدرسہ پر قبضہ کر کے بلڈوز کر دیا ہے اور مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ شرعاً کسی باغی کی تذلیل و توہین نہیں کی جاسکتی جو علماء وطلباء حکومت کے اعلان کے بعد باہر آئے ان سے ذلت و اہانت آمیز سلوک کیا گیا مولانا عبدالعزیز کو پری پلان دھوکہ دے کر گرفتار کر کے تذلیل کی گئی کیا اسکی قانون و شریعت میں کوئی گنجائش تھی تم نے اپنی رٹ بحال کرنے کیلئے جو کچھ کیا کیا اس سے یہ بحال ہوئی یا مزید کمزور ہوئی ہے آج کہا جارہا ہے وزیرستان کے جنگجو صدر مشرف سے اور ان کے معنوی اولادوں سے بہتر ہیں کہ وہ 19 فوجیوں کا گرفتار کر کے باعزت طریقہ سے رہا کر چکے ہیں ان 120 تا 150 فوجی ان کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں اور محسود قبیلہ انہیں باعزت طریقہ سے رہا کرنے کیلئے تیار ہیں بشرطیکہ حکومت اپنے معاہدہ کی پاسداری کرے۔ جو امریکہ کی خوشنودی کیلئے ختم کر چکی ہے کیا اسی رٹ کے قیام کیلئے لال مسجد فتح کی گئی تھی؟

وہ فوج جو دنیا میں بہترین فوج کہلاتی تھی آج رسوا ہو رہی ہے یقیناً ہم سب کو گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہئے ورنہ تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی تماشائی خود تماشہ بنیں گے۔

اللهم احفظنا بلاء الدنیا و عذاب الآخرة (آمین)

اللہ سے دعا ہے میری اور جملہ احباب کی اس کاوش و کوشش کو قبول فرمائے (آمین)

چیف ایڈیٹر: پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

حواشی

(۱) سورہ بقرہ/۱۲۹

(۲) سورہ بقرہ/۴۷

(۳) سورۃ ص/۲۰

(۴) سورہ لقمان/۱۲

(۵)البخاری ص/۴۹۱،ج/۱
(۶)ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی کتاب الاعتصام،القاہرہ مطبعہ المنار،۱۳۳۱ھ،ج۱،ص/۲۴۴
(۷)ایضاًج۱،ص/۱۶
(۸) محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی، سنن الترمذی، تحقیق ابراہیم عطوہ عویض (مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۷۵ھ) ج/۵،ص/۳۴ ☆ابو داؤد، ج۲،ص/۱۵۹ ☆ المنذری، مختصر سنن ابی داؤد، ج۵،ص/۱۵۳
(۹)البخاری،ج/۱،ص/۱۹
(۱۰) مجلۃ کلیۃ اللغۃ العربیہ، الریاض، شمارہ۲،(۱۳۹۲ـ۱۹۷۲)ص/۳۰۹ وابن عبدربہ، ج۲، ص/۲۱۵
(۱۱) محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ الطرق الحکمیہ والسیاسۃ الشرعیہ تحقیق محمد جمیل غازی، القاہرہ مطبعہ المدنی، ۱۳۷۷ھ ص/۴۰۳
(۱۲) محمد ابن ادریس الشافعی، کتاب الام، القاہرۃ، مکتبۃ الکلیات الازہریہ،۱۳۵۱ھ،ج/۴۔ ص/۲۶۳
(۱۳)عبدالرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون (المقدمہ)، الطبعہ الثالثۃ، (بیروت، دارالکتاب،۱۹۵۶ء)،ج۱،ص/۷۵۴
(۱۴)علی عبدالرحمٰن، "کنوزالعلم فی ام القریٰ" الکتاب شمارہ/۲،(۱۹۶۸ء)ص/۲۲
(۱۵)حمیداللہ صحیفہ، ہمام بن منبہ، بار چہارم (حیدرآباد دکن، مکتبہ نشاۃ ثانیہ،۱۳۷۸ھ)ص/۱۹
(۱۶)علی بن احمد السمہودی، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، (مصر، مطبعۃ السعادۃ ۱۳۷۴ھ) ج۱،ص۱۵ اخلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ (مکۃ المطبعہ الأمیریۃ،۱۳۱۶ھ)ص۲،
(۱۷)ابن خلدون،ج/۱،ص/۷۸۴،۷۸۵
(۲۸)ایضاً
(۱۹)علی بن احمد حزم، الاحکام فی اصول الاحکام تحقیق احمد محمد شاکر (مصر مطبعہ السعادہ ۱۳۴۷ھ) ج/۵؛/۱۰۴

(۲۰) شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ط:۳ (حیدرآباد دکن، الہند مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۹۵۶ء) ج۱،ص۷۰

(۲۱) احمد بن علی الخطیب البغدادی، تقیید العلم تحقیق یوسف العش (دمشق، المجھد الفرنسی، ۱۹۴۹ء) ص/۱۱۰

(۲۲) الخطیب، ج/۹،ص/۳۲۳

(۲۳) ابن عبدربہ، ج۲،ص۲۰۸

(۲۴) اداریہ انوار مدینہ اگست ۲۰۰۷ء

(۲۵) روزنامہ نوائے وقت ۱۷ جولائی ۲۰۰۷

(۲۶) نوائے وقت ۱۸ جولائی ۲۰۰۷ء

(۲۷) القاسم اگست ۲۰۰۷ء

(۲۸) روزنامہ اسلام ۱۱ جولائی ۲۰۰۷ء

(۲۹) روزنامہ اسلام ۱۵ جولائی ۲۰۰۷

(۳۰) روزنامہ اوصاف، ۱۲ جولائی ۲۰۰۷ء

(۳۱) روزنامہ اسلام ۷ جولائی ۲۰۰۷

(۳۲) روزنامہ ایکسپریس پشاور ۱۱ جولائی ۲۰۰۷ء

(۳۳) روزنامہ اوصاف ۱۱ جولائی ۲۰۰۷ء

عالمی قیام امن کے لئے

قومی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس ۲۰۰۷ء

بعنوان

عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ

باہمی خدشات، امکانات اور تصادم
اُسوۂ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

"کانفرنس میں شرکت کے لئے تمام مذاہب (اسلام، یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، سکھ اور پارسی وغیرہ) کی موزوں ترین شخصیات کے انتخاب کے لئے ہمیں تحریری مشورے عنایت کیجئے اور اگر آپ خود بھی دلچسپی رکھتے ہوں تو اپنا اندراج جملہ تحریری کوائف و رابطہ نمبر کے ساتھ کروا دیجئے"۔

ہم سمجھتے ہیں دنیا میں حقیقی و دائمی امن مذاہب کے درمیان مکالہ کے ذریعہ ممکن ہے اور اسلام نے (سورئہ آل عمران آیت ۶۱۴) سب سے پہلے اس کی دعوت دی ہے۔

زیر اہتمام

انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ (رجسٹرڈ)

صدر انجمن: پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

پتہ: مکان نمبر 162 سیکٹر L/8 اورنگی ٹاؤن کراچی